دوستو آج کا ہمارا پروگرام کچھ اس لحاظ سے ذرا سا مختلف ہے کہ ہم ایک دو نہیں پورے دس شاعروں کا ذکر کرنے جا رہے ہیں۔

دوستو میرے نزدیک اردو ادب اور شاعری آج بھی کل ہی کی طرح زندہ و تابندہ ہے اور مجھے اسکا مستقبل بھی بہت روشن لگتا ہے۔ دراصل میری اکثر ایسے دوستوں سے بات ہوتی رہتی ہے جو شاعری اور غزل کا مستقبل تاریک دیکھتے ہیں اور ادب کی روایات کے زوال پذیر ہونے کے شاکی ہوتے ہیں۔ ان احباب کی بعض باتیں گرچہ درست بھی ہوتی ہیں مگر مجھے امید کی بے شمار کرنیں نظر آتی ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ آج ہم میں غالب اقبال اور فیض تو موجود نہیں ہیں مگر کشت سخن اب بھی زرخیز ہے۔ اور بقول شخصے "خدا ابھی انسان سے مایوس نہیں ہوا"

خواتین و حضرات گزشتہ دو دہائیوں سے انٹرنیٹ نے انسانی زندگی میں جو انقلاب برپا کیا ہے ~~اسکی~~ میں ہر دوسرے انقلاب کی طرح اچھائیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ بہت سے اچھے شاعر صرف اپنے محلے یا زیادہ سے زیادہ شہر تک ہی محدود رہ جاتے تھے۔ ذرائع ابلاغ اتنے میسر نہیں تھے۔ کتابیں چھپنا اور بکنا آسان نہیں تھا۔ اس لیے بڑے بڑے اچھے شاعر نہ زیادہ مشہور ہوتے تھے نہ انہیں ان کا جائز مقام ہی کبھی کم از کم ان کی زندگی تک نہیں مل پاتا تھا۔

لیکن اب آپ دنیا کے کسی بھی ملک کے چھوٹے سے چھوٹے قصبے میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں۔ انٹرنیٹ کی وساطت سے آپکی رسائی پوری دنیا تک ہے۔ اس سے فائدہ تو یہ ہوا کہ آج اگر آپ کو اپنی بات دنیا تک پہنچانی ہے تو چند لمحوں میں پہنچا سکتے ہیں مگر نقصان یہ ہوا کہ اچھی کے ساتھ ساتھ بری باتیں بھی اسی جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئیں۔

آئیے اب شاعری کی طرف واپس آتے ہیں۔ اردو ادب میں آج ایسے بہت سے اور اچھے نئے شاعر ہیں جو بہت اعلیٰ لکھ رہے ہیں جن سے توقع ہے کہ بہت آگے جائیں گے۔ بے شمار نام ہیں عرفان ستار، اجمل سراج، سعید خان

مگر آج کا ہمارا موضوعِ سخن وہ نوجوان شعراء ہیں جن کا کام پچھلی ایک دہائی میں دنیا کے سامنے آیا بالخصوص انٹرنیٹ کی وجہ سے۔ اور جب میں نوجوان شعراء کہتا ہوں تو دراصل اس سے میری مراد نوجوان ہیں یعنی انکی عمریں 25 سے 35 سال کے درمیان ہیں اور ہم نے اکثر کے لیے وہ کل کے بچے ہی ہوں گے۔

آج ہم نے ان میں سے ایسے دس شعراء کو چُنا ہے جنکی مقبولیت میں گو کہ انٹرنیٹ کا بہت ہاتھ ہے مگر ان میں خود بھی دم ہے۔ جیسے شعراء پر وہ شاید کئی دہائیوں کے بعد پہنچتے انٹرنیٹ نے ایک ہی دہائی میں وہاں پہنچا دیا۔

یہ نوجوان شعراء خصوصی طور پر نئی نسل کے لیے بڑی کشش رکھتے ہیں کیونکہ وہ انکی زبان میں بات کرتے ہیں۔ مگر ہاں ہم جیسے روایت پسند یا روایت پرست لوگوں کو ایسے شاعروں کا اپنی شاعری میں انگریزی کے الفاظ کا استعمال شدید ناپسند ہوتا ہے۔ عروضیوں کو انکی کہیں کہیں بے وزنی بھی بری طرح کھلتی ہے۔ مگر بہرحال ان میں کوئی بات ضرور ہے جو ہم ایسے لوگوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

اردو محفل کی صدر رضیہ صاحبہ کی مشاورت سے میں نے ایسے دس نام تو جمع کر لیے مگر اب سوال یہ پیدا ہوا کہ انہیں کس ترتیب سے پیش کیا جائے۔ تو میں نے سوچا انکو انکی عمر کی ترتیب سے ہی پیش کرتا ہوں، کہ سب سے عمر میں چھوٹے سے شروع کرکے ان میں عمر میں سب سے بڑے تک جاتے ہیں۔

دوستوں میں بارہ بارک ان شاعروں کا ایک تعارف آپ کے سامنے پیش کروں گا - کچھ اشعار یا غزلیں سنا کر آپ کو ان سے جان پہچان کرواؤں گا۔ پھر ہمارے شہر کا ان کا کچھ کلام آپ کے سامنے پیش کرنے کے تو پورا کا حصہ آپ ان سے واقف ہو جائیں گے۔

تو آئیے اس سلسلے کا باقاعدہ آغاز کرتے ہیں

ہمارے سب سے پہلے شاعر ہیں۔ افکار علوی۔ افکار 1992 کی پیدائش ہیں یعنی ابھی محض ستائیس اٹھائیس سال کے ہیں اور بہت سالوں سے شاعری کر رہے ہیں۔ افکار پاکستان کے ضلع بھکر کے ایک چھوٹے سے گاؤں گوریوالا کے رہائشی ہیں۔ لاہور سے B.A. تک پڑھا ہے۔ مشاعرے دیکھ دیکھ کر شاعری کا شوق ہوا۔ شروع میں تو صرف گاؤں کی چوپال میں اپنے یاروں دوستوں کو شعر سناتے تھے پھر کسی نے انکی ایک نظم فیس بک پر ڈال دی اور وہیں سے افکار کی شہرت کا سفر ہوا۔

افکار کے کچھ اشعار سنیئے

کس لیئے میرے خیالات پہ دھرنے دینا
شعر اترتا ہے تو پھر کیوں نہ اترنے دینا

مجھ کو دنیا میں گناہوں کی اجازت دے دے
جو یہاں کر لوں وہ جنت میں نہ کرنے دینا

یہ دلیری بڑے نقصان کیا کرتی ہے
بچے بچپن میں اگر ڈرتے ہوں ڈرنے دینا

افکار کے ہاں آپ کو گاؤں کے سیدھے سادے نوجوان کی جھلک صاف نظر آئیگی

جو بھی مرنے کے ڈر سے ڈر جائے
مت کرے عشق اپنے گھر جائے

بات آ جائے جب دعاؤں پر
اس سے بہتر ہے بندہ مر جائے

تھوڑی دیر اور میرے سامنے رہ
میری آنکھوں کا پیٹ بھر جائے

افکار کی شاعری غیر روایتی اور انقلاب کی جستجو کی ہے

2018 میں افکار کی ایک باغیانہ جستجو کی نظم مرشد نے انکو ادب کے حلقوں میں روشناس کرایا۔ آئیے اس نظم کا پہلا حصہ ہم جناب حاتم رازی سے سنتے ہیں

اس نظم پہ انکے خلاف فتوے بھی لگے   خصوصاً شیعہ حلقے کے لیے جو ہم یہاں پیش نہیں کر رہے۔ افکار نے کسی سے اصلاح نہیں لی اپنے مطالعے اور مشاہدے سے ہی سیکھا۔ اسی لیے آپکو ان کے کلام میں بعض جگہ بے وزنی بھی نظر آتی ہے مگر افکار کو اسکی کوئی پرواہ نہیں۔ افکار کا کلام آجکل بالخصوص نوجوان نسل کو بہت اپیل کرتا ہے تو اس سے غرض نہیں کہ اہل سخن ان پہ خرابیٔ زبان کا الزام لگاتے ہیں۔
دیکھیے آنے والا وقت افکار کو کیا نام سے جانتا ہے۔

ہمارے اگلے شاعر ہیں   تہذیب حافی

تہذیب حافی کا تعلق تونسہ شریف سے ہے آپ 1988 میں پیدا ہوئے دس گیارہ سال کی عمر سے ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ 2003 سے باقاعدہ شاعری کر رہے ہیں۔ بنیادی طور پر رومانی شاعر ہیں مگر اسمیں انہوں نے اپنا انداز بنایا ہے اور جدت پیدا کی ہے۔ انکی پہچان محبت کے گیت گانے والوں شاعروں کی ہے۔ وہ شاعری کو بھی پرفارمنگ آرٹ سمجھتے ہیں اور ایک انداز اور اسٹائل سے غزلیں سناتے ہیں۔ نئی نسل میں اپنی ویڈیوز و جرابات سے مشہور ہیں۔ وہ سوشل میڈیا کے قائل ہیں اور انہوں نے یوٹیوب اپنا چینل بھی بنایا ہے آدھا ملین سے زیادہ انکے سبسکرائبر ہیں
آئیے انکے کلام کا کچھ نمونہ پیش کروں

اک اور شخص چھوڑ کر چلا گیا تو کیا ہوا   ہمارے ساتھ کونسا یہ پہلی مرتبہ ہوا
ازل سے ان ہتھیلیوں میں ہجر کی لکیر تھی   تمہارا دکھ تو جیسے میرے ہاتھ میں بڑا ہوا

آئیے تہذیب کی ایک غزل محترمہ سماب ہمدانی سے سنتے ہیں
- ترا جب رنیا مرے ذہن میں کیا بیٹھ گیا۔   سماب ہمدانی
- چپکے ہیں در و دیوار   - انجم ذیشان

تہذیب حافی
~~[illegible]~~ کے یہ دو اشعار سنیے - نوجوانوں میں بیحد مقبول ہیں جیسا
مشاعرے میں جاتے ہیں فرمائش پہ سناتے ہیں

تمھیں حسن پہ دسترس ہے محبت وبہت بڑا جانتے ہو
تو پھر یہ بتاؤ کہ تم اسکی آنکھوں کے بارے میں کیا جانتے ہو
یہ جغرافیہ فلسفہ سائیکولوجی سائنس ریاضی وغیرہ
یہ سب جاننا بھی اہم ہے مگر اسکے گھر کا پتہ جانتے ہو

آپ میں سے جو صاحبانِ فن ہیں وہ سنتے ہی یہ سمجھ گئے ہونگے
کہ تہذیب کے یہ اشعار وزن میں نہیں ہیں مگر اب کیا کہہ سکتے ہیں
تہذیب حافی مشاعروں میں ایک خاص انداز سے ہر وقت اپنی آستینیں
چڑھاتے رہتے ہیں اور لوگ بہت پسند کرتے ہیں یہ انداز -
یہ تین اشعار سنیے

تہذیب سگریٹ کے بارے میں کہتے ہیں یہ وہ زمانہ نہیں
کہ شاعر اسکے کو بار بار دیکھے وہ بس لکھتا ہے اور پوسٹ کر دیتا ہے
اور اسپر نظر ثانی نہیں کرتا - اسکے بعد اسے صرف تعریف ہی چاہیے ہوتی ہے

جو تیرے ساتھ رہتے ہوئے سوگوار ہو — لعنت ہو ایسے شخص پہ اور بے شمار ہو
اب اتنی دیر بھی نہ لگا یہ نہ ہو کہیں — تو آ چکا ہو اور تیرا انتظار ہو
اک آستین چڑھانے کی عادت کو چھوڑ کے — حافی تم آدمی تو بہت شاندار ہو

تہذیب کے ذکر کے آخر میں میں یہی کہوں گا کہ انکے یہاں بہت آگے جانے کا
امکان نظر آتا ہے - بس وہ آستین چڑھانے کی عادت بھی چھوڑ دیں تو.

عمیر نجمی

عمیر نجمی کا تعلق رحیم یار خان سے ہے۔ سنِ پیدائش 1986 ہے
انکے گھر کے ادبی ماحول نے انہیں شاعری کی طرف راغب کیا۔ عمیر نجمی
بہت عمدہ لکھتے ہیں انکے یہاں نئی نئی ردیفوں کا خوبصورت استعمال ہے.
مضامین میں تنوع ہے۔ الغرض عمیر اپنے عہد کی نمائندگی بہت خوبصورتی
سے کرتے ہیں۔ انکی ایک غزل سے انکا تعارف کراتا ہوں

تم کو وحشت تو سکھا دی ہے گزارے لائق — اور کوئی حکم؟ کوئی کام ہمارے لائق
معذرت میں تو کسی اور کے مصرف میں ہوں — ڈھونڈ کر دیتا ہوں مگر کوئی تمہارے لائق
ایک دو زخموں کی گہرائی اور آنکھوں کے کھنڈر — اور کچھ خاص نہیں مجھ میں نظارے لائق
دو وجوہات پہ اُس دل کی اسامی نہ ملی — ایک درخواست گزار اتنے دو سارے لائق

عمیر کی شاعری کا کینوس بہت وسیع ہے۔ ایک شعر دیکھیے
نکال لایا ہوں ایک پنجرے سے اک پرندہ
اب اس پرندے کے دل سے پنجرہ نکالنا ہے

اسٹاک ہوم سنڈروم پہ ہم نے یہ تو سنا تھا "کہ اتنے مانوس صیاد سے ہو گئے۔ اب رہائی ملے گی تو مر جائیں گے" مگر عمیر نے اسے بہت ہی نئے اور خوبصورت انداز سے نظم کیا ہے

آئیے عمیر کی دو غزلیں یہاں میتھ سے سنتے ہیں
ایک اور غزل محمود الحسن سے سنتے ہیں
بڑے تحمل سے رفتہ رفتہ — محمود الحسن

دوستو امجد کا یہ تجریدی شعر ہمیشہ سے میرا پسندیدہ رہا ہے
بند کھڑکی سے ہوا آتی رہی — ایک شیشہ تھا کہیں ٹوٹا ہوا
عمیر کا یہ شعر دیکھیے
خشک دیوار میں سیلن کا سبب کیا ہوگا — ایک عدد زنگ لگی کیل پہ تصویر کے بعد
آخر میں یہی کہوں گا کہ عمیر سے آنے والے وقتوں میں بہت امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں

عمار اقبال

کراچی سے تعلق رکھنے والے عمار اقبال بلہ سن 1986 کی پیدائش ہیں نئے شاعروں میں عمار ایک قابل قدر اضافہ ہیں۔ گو کہ عمار پہ جون ایلیا کی چھاپ محسوس ہوتی ہے مگر اس کے باوجود انکا اپنا الگ اور واضح رنگ ہے۔ انکے اشعار میں لطافت بھی ہے صداقت بھی ہے برجستگی بھی ہے روانی بھی۔ انکو مشاعروں میں سنیے تو دل چاہتا ہے سنتے ہی جائیں انکی غزل تعارف کے لیئے پیش کرتا ہوں۔

رنگ و رس کی ہوس اور بس — مسئلہ دسترس اور بس
یوں بنی ہیں رگیں جسم کی — ایک نس ٹس سے مس اور بس
اس مصور کا ہر شاہکار — ساٹھ پینسٹھ برس اور بس
سب تماشائے کُن ختم شد — کہہ دیا اس نے بس اور بس

عمار محبت کائناتی سچائیوں سے بھرپور شکار کرتے ہیں۔ نئے اور اچھوتے انداز میں۔

ہم درختوں کو کہاں آتا ہے ہجرت کرنا — تم پرندے ہو وطن چھوڑ کے جا سکتے ہو

آئیے عمار کی ایک غزل بانو دجے پورہ سے سنتے ہیں

عکس کتنے اتر گئے مجھ میں — بانو دجے پورہ

ایک اور غزل مہشم سے سنتے ہیں

جھیل کو آ گئیں بنانے ہیں۔ — مہشم

ہم عمار کے لیئے دعاگو ہیں کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ عمار جیسے شاعر اردو ادب کے گلشن میں تازہ ہوا کا جھونکا ہیں۔

علی زریون

علی زریون جنکا سن پیدائش 1983 ہے۔ علی ہر مشاعرے
کے شاعر ہیں۔ نوجوانوں میں بیحد مقبول۔ جون ایلیا کا سا حلیہ
بنا رکھتے ہیں۔ عشق و محبت کی شاعری کرتے ہیں۔

علی زریون کے یہاں بے ساختگی ہے۔ آسان شاعری ہے۔ مگر بے مطلب نہیں
ہے۔ علی زریون کے یہاں سب سے قابل اعتراض بات انکا جا بجا شاعری
میں انگریزی الفاظ کا استعمال ہے مگر وہ اسے جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ جیسے فارسی کبھی مروج تھی تو اسکے الفاظ اردو میں استعمال ہوتے تھے تو اب
یہ استعمال انگریزی کا ہے۔ لیکن ظاہر ہے اہل ذوق ان سے متفق نہیں
ہیں مگر اسکے باوجود نوجوانوں کا مشاعرہ کامیاب کروانا ہو تو علی کو
اس میں ضرور مدعو کیا جاتا ہے۔

کیا سکوں سکوت کے بعد ہجرت سے ہماری — تم لوگ مزاج لیتے ہو حالت سے ہماری
ہم کون ہیں یہ بات تمہیں لوگ کے بتائیں — اندازہ نہیں ہوتا شباہت سے ہماری
بے سود نہیں رائگاں ہو جانا ہمارا — کچھ پھول کھلے لڑ ہیں مشقت سے ہماری

آئیے غزالی صاحب سے علی زریون کی دو غزلیں سنتے ہیں

معلوم ہے جناب کا مطلب کچھ اور ہے
جناب شیخ کی یہ دزہ سرائی جاری ہے۔ } غزالی صاحب

علی زریون کے یہاں اکثر جون کا رنگ جھلکتا ہے خصوصاً انکی ابتدائی
شاعری میں۔

اسطرح سے نہ آزماؤ مجھے — اسکی تصویر مت دکھاؤ مجھے
عین ممکن ہے میں پلٹ آؤں — اسکی آواز میں بلاؤ مجھے
میں نے بولا تھا یاد مت آنا — جھوٹ بولا تھا یاد آؤ مجھے

جانے دیتے ہیں کیسی بستی کے دو لوگ بھاگے۔
جا چکے ہیں نہ تو سب چھوڑ چل آ جانے دے

عمران عامی

ہمارے اگلے شاعر عمران عامی 1980 کی پیدائش ہیں اور تعلق پاکستان کے پوٹھوہار کے علاقے سے ہے۔ عامی پر اردو ادب میں خوبصورت اضافہ ہیں شاعری کو الہام سے پرے آگے کی چیز سمجھتے ہیں۔ عام فہم زبان میں مگر گہری شاعری کرتے ہیں۔ عمران عامی کی شاعری عام لوگوں کو اپنا ہی واقعہ لگتی ہے۔ عامی کے اشعار فکر و فن کی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔

کچھ اشعار آپ کے تعارف کے لیے

تجھ سے آکر یا تو کیا ملا لیا ہے ۔ شہر نے واقعہ بنا لیا ہے

دیکھیے پہلے کون مرتا ہے ۔ سانپ نے آدمی کو کھا لیا ہے

اور دیکھیے ۔ آخر اک دن سب کو مرنا ہوتا ہے ۔ لیکن مصرع پورا کرنا ہوتا ہے

آپ نے میم سے ایک غزل لیتے ہیں

خرید کر جو پرندے اڑاتے جاتے ہیں ۔ میم

میں بھی کیوں ہیں دلوں ہجرت لیے ہیں
کوئی میرا امام نہ ہی نہیں ؟؟

زخم اتنے دیے ہیں میں لیے
قاضی حبیب

عمران عامی کی شاعری میں ہمیں لطف جا بجا بڑی بریل جاتی ہے۔ انگریزی کے الفاظ پر اور نزاکت زبان پر اور اہل علم کے نزدیک یہ معیوب باتیں ہیں

نہ کوئی رابطہ نہ میسج نہ کال خیر تو ہے
کہاں ہو تم ہو میرے خوش جمال خیر تو ہے

ایک خوبصورت شعر دیکھیے کہ

میں ~~[illegible]~~ دریا کی گہرائی تک جاتا ہوں
میں نے کون سا پار اترنا ہوتا ہے

ہم دعا گو ہیں عمران ان چیزوں پر ضرور نظر کریں اور ادب میں اپنا ایک مقام پائیں

رحمٰن فارس

اسلام آباد سے تعلق رکھنے والے رحمٰن فارس 1976 کی پیدائش
ہیں۔ رحمٰن فارس شاید نئی نسل کے شعرا میں سب سے نمایاں ہیں
رحمٰن فارس اب دنیا بھر میں مشاعروں کے لیے بلائے جاتے ہیں صاحب
دیوان شاعر ہیں۔ رحمٰن کی شاعری خالصتاً محبت کی شاعری ہے
رحمٰن مشاہدہ، مطالعہ اور مراقبہ غزل کے بنیادی عناصر ~~بھی~~ سمجھتے ہیں۔
رحمٰن فارس بہت منفرد زمینیں استعمال کرتے ہیں۔ انکی ردیفیں
بھی اکثر سا ہوتی ہیں۔

نکتہ چین شوق سے دن رات مرے عیب نکال — کیونکہ جب عیب نکل جائیں ہنر بچتا ہے
عشق وہ علم ریاضی ہے جس میں فارس — دو میں سے ایک نکالیں تو صفر بچتا ہے

صدائیں دیتے ہوئے اور خاک اڑاتے ہوئے — انجم ذیشان
خاک اڑتی ہے رات بھر مجھ میں — یاسمین حمید

رحمٰن کی خوبصورت شاعری بعض اوقات غزلیہ زبان کا شکار
ہو جاتی ہے اور اشعار مزہ خراب ہوتا ہے۔

جیسے بچھڑنے والے تجھے کس طرح بتاؤں میں
یاد آنا نہیں تیرا آنا بنتا ہے۔

لیکن بحیثیت مجموعی رحمٰن فارس بہت عمدہ کہتے ہیں۔ گو کہ
نرگسیت کا شکار بھی نظر آتے ہیں مگر بہرحال انکی غزلیات دلچسپ
اور فکر انگیز ہوتی ہیں۔ انکا ایک مجموعۂ کلام بھی شائع ہو چکا ہے
ہم انکی مزید ترقی کے لیے دعاگو ہیں

افضل خان

ہمارے آٹھویں شاعر افضل خان 1975 کی پیدائش ہیں
بہاولپور سے تعلق ہے۔ سادہ الفاظ میں شاعری کرتے ہیں
انکے موضوعات انکے ارد گرد کا ماحول ہے۔ عام زندگی کی
شاعری کرتے ہیں مگر خوبصورت انداز میں۔ آپ کو انکے یہاں
ایک نئے پن احساس ہوتا ہے۔ ایک بھولے پن کا احساس

راہ بھولا ہوں مگر یہ مری خامی تو نہیں — میں کہیں دور سے آیا ہوں مقامی تو نہیں
تیری مسند پہ کوئی اور نہیں آ سکتا — یہ مرا دل ہے کوئی خالی اسامی تو نہیں
میں یہ وقت محبت میں گرفتار رہا ہوں — لیکن کسی دوست سے پوچھا یہ غلامی تو نہیں

آئیے ایک غزل سنتے ہیں

ہمارے خون کے پیاسے پشیمانی سے مر جائیں — نصرت عطاری
تو بہ روز عشق و فقر و نظر بڑے مرد فقت — قاضی حبیب

کچھ اشعار افضل خان کے اور سن لیں

تو بہ سادہ ہے کبھی چال بدلتا ہی نہیں — ہم بہ سادہ ہیں اسی چال میں آجاتے ہیں
اب جو پتھر ہے آدمی تھا کبھی — اسکو کہتے ہیں انتظار میاں
دیر سے آنے پر وہ خفا تھا آخر مان گیا — آج میں اپنے باپ سے ملنے قبرستان گیا

افضل خان بہ یقیناً جدید اردو غزل میں ایک عمدہ اضافہ ہیں۔

شاہد ذکی 1976 کی پیدائش ہیں۔ شاہد ذکی کا تعلق سیالکوٹ پاکستان سے ہے۔ آپ ایک مقامی کالج میں انگریزی کے لیکچرار ہیں۔ اپنے کالج کے دنوں سے آپ کو شاعری کا شوق ہے۔ 2006 میں آپ کی ایک غزل دبستان لاہور میں چھپی اور بہت مشہور ہوئی اسی سے آپ کے فنی سفر کا آغاز ہوا۔ ان کے تعارف میں یہی غزل آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں

یار بھی راہ کی دیوار سمجھتے ہیں مجھے — میں سمجھتا تھا مرے یار سمجھتے ہیں مجھے
جڑ اکھڑنے سے جھکاؤ ہے مری شاخوں میں — دور سے لوگ ثمر بار سمجھتے ہیں مجھے
کیا خبر کل یہی تابوت مرا بن جائے — آپ جس تخت کا حقدار سمجھتے ہیں مجھے
نیک لوگوں میں مجھے نیک گنا جاتا ہے — اور گنہ گار گنہ گار سمجھتے ہیں مجھے
میں تو خود بکنے کو بازار میں آیا ہوا ہوں — اور دکاں دار خریدار سمجھتے ہیں مجھے
میں بدلتے ہوئے حالات میں ڈھل جاتا ہوں — دیکھنے والے اداکار سمجھتے ہیں مجھے
وہ جو اس پار ہیں اس پار مجھے جانتے ہیں — یہ جو اس پار ہیں اس پار سمجھتے ہیں مجھے
میں تو یوں چپ ہوں کہ اندر سے بہت خالی ہوں — اور یہ لوگ پراسرار سمجھتے ہیں مجھے
لاش کی طرح سر آب ہوں میں اور شاہد — ڈوبنے والے مددگار سمجھتے ہیں مجھے

شاہد ذکی لفظوں کے جادوگر سمجھے جاتے ہیں اور پورے اخلاص سے غزل کی روایات کی پاسداری کرتے نظر آتے ہیں
ایک غزل مکیش نگر سے سنتے ہیں
اب ترک یار سے وحشت نہیں ہوتی ہم کو — مکیش نگر
جدھر بھی دیکھیے اک راستہ بنا ہوا ہے — سحاب ہمدانی

اتنے قلیل عرصے میں شاہد ذکی کی کتابیں آچکی ہیں اور پذیرائی پا چکی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاہد میں اردو غزل کا وہی تسلسل نظر آتا ہے جو ناصر فراز اور افتخار عارف سے ہوتا ہوا آ رہا ہے۔

اتباف ابرک

ہمارے آج کے آخری شاعر اتباف ابرک ہیں آخری میں انہیں اس لیے نہیں رکھا کہ وہ باقیوں میں سب سے بڑے ہیں بلکہ اس لیے رکھا کہ انکا سنِ پیدائش بھی علم نہ تھا۔ اتباف ابرک کا شمار ان نئی شعراء میں ہوتا ہے جنہیں سوشل میڈیا نے عوام میں متعارف کروایا۔ اتباف نے پہلے کسی ٹی وی کے لیے ڈرامہ لکھا تھا پھر ایک ناول لکھنا شروع کیا جسکا ہیرو ایک شاعر تھا تو بیشتر فلموں کے شاعر ہیرو کی طرح انہوں نے بجائے کردار کے لیے شاعری کو انہوں نے اس کلام کو فیس بک پر ڈالنا شروع کیا اور یوں انکے بطور شاعر فنی سفر کا آغاز ہوا۔ نام تو انکا آفتاب۔ اکبر ہے مگر اسے ذرا چونکا دینے والا بنانے کے لیے اپنے ہی نام کو درخت بنا کر اسے اتباف ابرک کر دیا۔

اتباف کا کلام سوشل میڈیا حضرات کا خراش میں بہت معتبر رہے بہت سلاست سے لیتے ہیں

- وہ تھکتا ہوں میں کرکے مرمت اپنی۔ روز اک نقص نیا مجھ میں نکل آتا ہے
- زندگی ہم جزیرہ بیٹھے تھے - قرض پر سانس نے اتارا ہے
- عقل اور میں تو متفق ہیں مگر - ایک دل درمیاں میں رہتا ہے

آئیے انکی دو غزلیں زیبا رضوی سے سنتے ہیں

آپ وہیں مہربان نہیں ہوتا
کیا اثاثہ ہے جسے کھو کر نہیں سکتے ہیں۔ { زیبا رضوی